امامیہ مشن پاکستان کا پہلا رسالہ

File No 1
826. 1

خدا کا ثبوت

از قلم
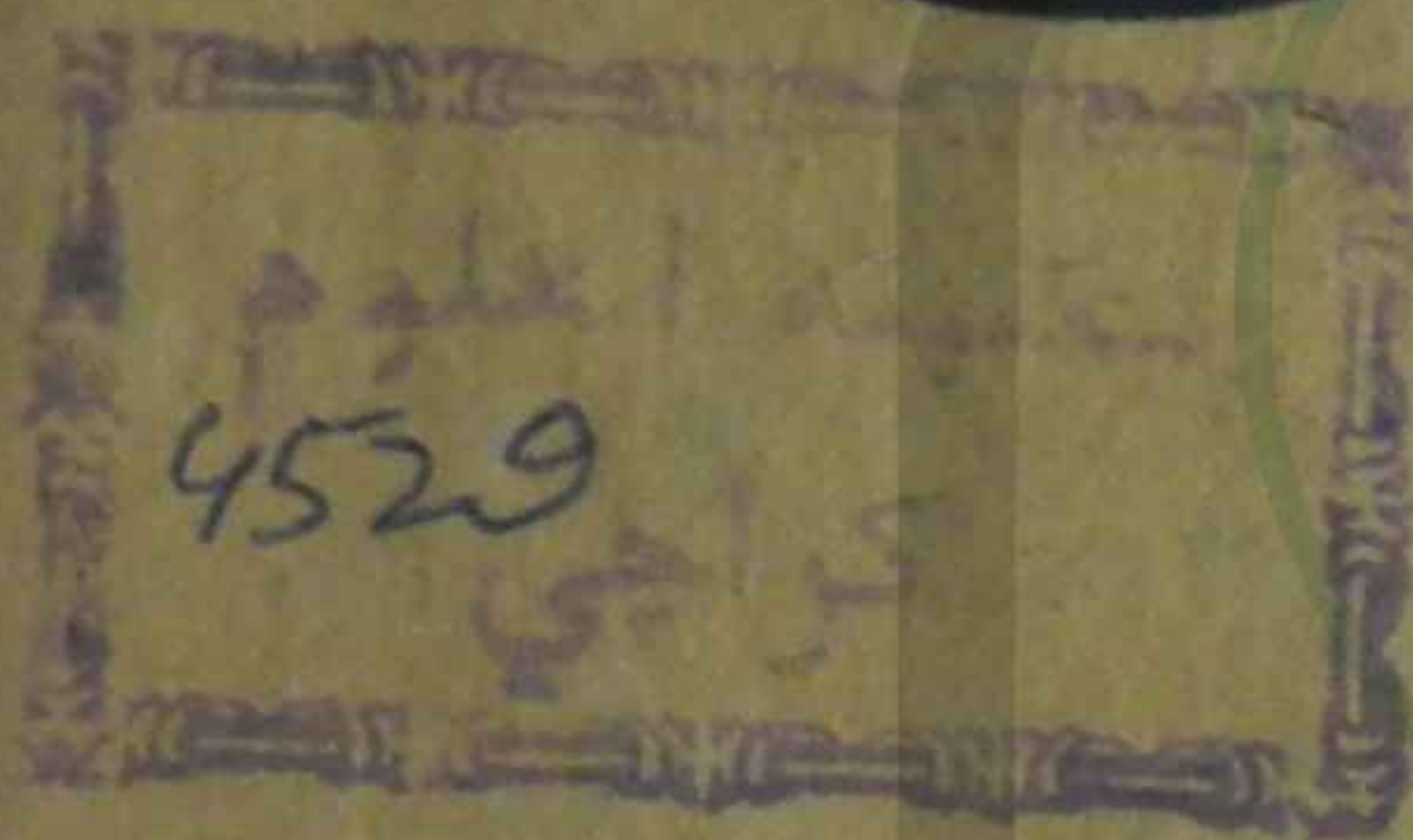
سید العلماء مولانا سید علی نقی النقوی مجتہد العصر

قیمت - دو آنے

مکتبۃ العلم کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
وَلَہُ الحمدُ والصلوٰۃُ علیٰ رسولہٖ وآلہٖ

خدا کا تصوّر شروع میں جس طرح بھی پیدا ہوا ہو بہرحال پیدا ہوا اور اب جب کہ یہ تصوّر ذہنِ انسانی میں موجود ہی ہے۔ تو اس تصوّر کو تو ختم کیا ہی نہیں جا سکتا۔ یہ اور بات ہے کہ کسی کوشش کے ساتھ اس کی تصدیق کو شک کے ساتھ مخلوط کر دیا جائے اس تصوّر کا بقاء اور پھر اس تصدیق کے مقابلہ میں جارحانہ کوششیں جو ایک طبقہ کی طرف سے ہمیشہ ہی جاری رہیں اور اب زیادہ نمایاں طور پر جاری ہیں۔ یہی ایک خالی الذہن فرد کے ذہن میں ذوقِ تحقیق پیدا کرنے کی ذمہ دار ہیں۔ جس کے ساتھ طبیعت کی افتاد، ذہن کی روش، اور دلائل کا وزن بہت سوں کو بہرحال اس کے ماننے کی دعوت دیتا رہے گا۔ اور اس طرح یہ خدا کے خلاف "جہاد" بھی خدا پرستی کو زندہ رکھنے کا سبب ہوگا۔

پیش نظر تصنیف اس سلسلہ میں ان لوگوں کے لئے سرمایہ بنے گی۔ جو سنجیدگی کے ساتھ حقیقت کو سمجھنے کی تشنگی محسوس کریں۔

خدا یعنی چہ؟

کائنات کے لئے ایک مبداء اول کا وجود تو سب کے نزدیک مسلّم ہے۔ مادّیین اور طبیعیین بھی عالم کا ایک مبداء قرار دیتے ہیں۔ اسے نیچر کہا جائے یا ذرات مادہ۔ لیکن وہ خدا کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ خدا صرف کسی مبداء اوّل کا نام نہیں ہے۔ بلکہ اس میں کچھ قیود کی ضرورت ہے۔ انہیں قیود کے ماننے اور نہ ماننے کے ساتھ خدا کے اقرار اور انکار کا امتیاز وابستہ ہے۔

پہلی قید یہ ہے کہ وہ اس کائنات کا پیدا کرنے والا ہے اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ وہ اس کائنات میں شامل نہیں ہے بلکہ اس کے ماوراء ہے۔ مادّیین وطبیعیّین جس مبداء اوّل کے قائل ہیں وہ اس کائنات کا جز ہے۔ اور اس کے اندر کارفرما ہے۔

اس فرق کو یوں سمجھنا چاہئے کہ کوئی بھی مرکّب شے جو تیار کی جائے اس میں چار چیزیں ہوتی ہیں جو اس کے وجود میں دخیل ہیں۔

ایک وہ اجزاء جن سے مل کر وہ چیز بنائی گئی ہے جیسے تخت کیلئے لکڑی کے تختے، لوہے کے پتر اور کیلیں۔ انکو علّت مادیہ کہتے ہیں۔

دوسرے وہ صورت جو ان اجزاء کے اجتماع سے پیدا ہو۔ اسے

علتِ صوریہ کہا جاتا ہے۔
تیسرے وہ شخص جو اس کا تیار کرنے والا ہے جیسے وہ بڑھئی جس نے تخت تیار کیا ہے۔ یہ علتِ فاعلیہ ہے۔ اور چوتھے وہ مقصد جس کیلئے یہ تخت تیار کیا گیا۔ یہ علتِ غائیہ ہوتی ہے۔ یہ تو ایک خاص مرکب چیز ہے اب اسی معیار پر اس تمام عالم کے مجموعہ پر نظر ڈالئے۔ اس تمام عالم کے لئے مادیین اور طبیعیین جس مبداء اول کو تسلیم کرتے ہیں وہ فقط علتِ مادیہ ہے۔ وہ اس کائنات سے الگ کچھ نہیں ہے مگر خدا کے ماننے کا مطلب یہ ہے کہ ہر مرکب کی طرح اس عالم کے لئے بھی ایک "علتِ فاعلیہ" تسلیم کی جائے۔ جسے اس دنیا کا موجد کہا جا سکے۔ اس کا اقرار خدا کا اقرار ہے۔ اور اسے تسلیم نہ کرنا خدا کا انکار ہے۔

اسی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک قوت کو اس تمام خلق میں کارفرما مان کر یہ سمجھنا کہ یہ بھی ایک طرح خدا کا اقرار ہو گیا درست نہیں ہے جب تک کہ اس قوت کو اس کائنات سے خارج مان کر فاعل تسلیم نہ کیا جائے۔ اس فاعل حقیقی کو مان لیا جائے تو بیشک خدا کا اقرار ہو گیا۔ چاہے پھر اس کی تعبیر قوت ہی کے لفظ سے کر لی جائے۔ کیونکہ تعبیرات سے اصل حقائق پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اور ایمان کا تعلق حقیقتوں کے ماننے کے ساتھ ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ نہیں ہے جن سے ان حقیقتوں کا اظہار کیا جائے؛

دوسرا امر یہ ہے کہ مادیین وطبیعتین جس مبداء اول کے قائل ہیں اس کے افعال یا خواص میں شعور کا کوئی سوال نہیں ہے مگر خدا کو ماننے کے معنی ہیں ایک ایسی ذات کو ماننا جو علم وشعور کی مالک ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس علم وارادہ کی حقیقت کے سمجھنے میں علمائے مذاہب یا فلاسفۂ الٰہیین باہم مختلف نظر آتے ہیں۔ لیکن اصل علم وشعور کا ثبوت ایک نقطۂ مشترک ہے جس کے مانے بغیر خدا کا تصور قابلِ قبول نہیں ہے۔

اس طرح خدا کو ماننے کے معنی قرار پاتے ہیں۔ کائنات کے لئے ایک باشعور خالق کا اقرار۔ بقول جوشؔ ؎

یعنی درونِ پردۂ صد رنگ کائنات
اک کارساز ذہن ہے اک باشعور ذات

اسی ذات کو جسے "درونِ پردۂ کائنات" "باشعور کارساز" مانا جا سکے خدا کہتے ہیں۔

وجوب وجود

جس چیز کی ہستی کے ساتھ نیستی کا گزر ہو اسے ممکن اور حادث کہتے ہیں۔ اور جس میں نیستی کا گزر نہ ہو اسے "واجب الوجود" کہتے ہیں۔ عالم کی ہر چیز ممکن اور حادث ہے جب اس سب کا مجموعی طور پر تصور کر کے اس کے لئے خالق کو تسلیم کیا تو اس کا نتیجہ یہی ہے۔ کہ وہ اس

سلسلہ کا جز نہیں ہے اس سے خارج ہے۔ اور جب اس سے خارج ہے تو واجب الوجود ہے۔

اس طرح تمام عالم کائنات کے ماوراء واجب الوجود کو ماننا اور خدا کو تسلیم کرنا دونوں باتیں لازم و ملزوم ہو گئیں۔

خدا کو ثابت کرنے کے طریقے:۔

مذکورہ بالا بنیادوں پر خدا کی تصدیق حاصل کرنے کے دو راستے ہو گئے۔

ایک ممکنات کے ماوراء واجب الوجود کی ضرورت ثابت کرنا۔ یہ فلاسفہ کا راستہ ہے۔

دوسرے مخلوق کے لئے خالق کی ضرورت ثابت کرنا۔ یہ متکلمین کا راستہ ہے۔ اور چونکہ پہلا راستہ اصطلاحات کے وزن سے زیادہ بوجھل ہے۔ اس لئے خواص ہی کے دماغ کو زیادہ متوجہ کر سکتا ہے۔ اور دین خواص و عام سب کے لئے ہوتا ہے اس لئے رہنمایانِ دین نے زیادہ تر دوسرے طریقہ کو اختیار کیا ہے اور قرآن و حدیث میں بیشتر اسی رخ سے استدلال نظر آتا ہے۔ لیکن نتیجہ میں دونوں راہیں ایک ہی منزل پر پہنچتی ہیں پھر اندازِ استدلال اور اسلوبِ استنتاج سے ہر طریقہ میں مختلف طریقے ہو گئے جو زیادہ تر انہی دو راستوں کی طرف راجع ہوتے ہیں۔

یہ دونوں راستے تو نظری حیثیت سے ہیں۔ اس کے علاوہ نفسیاتی اور ذوقی کچھ اور راستے آئمہؑ دین اور عارفینِ کاملین نے اختیار کیئے ہیں جو بہت سے افراد کی طمانیتِ ضمیر کا باعث بنتے رہے ہیں۔

واجب الوجود کی ہستی پر ایک دلیل:۔

تمام عالم کائنات کو ایک مجموعہ کی صورت میں خیال کیا جائے اور اس مجموعہ کے متعلق اس پر غور کیا جائے کہ یہ بذاتِ خود وجود کا متقاضی ہے یا نہیں۔ اگر یہ اپنی ذات کے ساتھ وجود کا حقدار اور اس کا متقاضی ہوتا تو ہمیں اس میں ناپائداری، بے ثباتی، تغیّر اور انقلاب نظر نہ آتا۔ پھر یہ کہ اگر وجود اس کے ذاتیات میں داخل ہوتا تو اس عالم کی کسی شئے کے بھی تصوّر کے وقت یہ پوچھنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ کہ وہ ہے۔ یا نہیں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا نہیں۔ بلکہ ہوش میں ہماری عقل دونوں پہلوؤں کی گنجائش دیکھتی ہے۔ یہ بھی کہ وہ ہو اور یہ بھی کہ وہ نہ ہو۔ یہ بھی کہ وہ آج ہو کل نہ ہو۔ اور یہ بھی کہ وہ کل ہو۔ آج نہ ہو۔

پھر جب بذاتِ خود اس میں کسی ایک بات کا تقاضا نہیں ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ پورا مجموعہ ممکن ہے۔ تو اس کے وجود کو عدم پر ترجیح کیونکہ ہوئی یقیناً اس کے لئے کوئی خارجی سبب ہونا چاہیئے۔ اور وہ

maablib.org

خارجی سبب ایسا ہی ہو سکتا ہے۔ جس کی ذات سے وجود الگ نہ ہو سکے۔ اسی کو واجب الوجود کہتے ہیں۔

استدلال کی دوسری صورت

دنیا میں ہر چیز اپنے ایک مرکز کا پتہ دیتی ہے۔ مثلاً ایک خوردہ فروشی کی دکان پر جائیے تو وہاں متفرق چیزیں نظر آئیں گی۔ تھوڑا سا کاغذ رکھا ہوا ہے۔ کچھ قلم رکھے ہوئے ہیں۔ کچھ دواتیں ہیں۔ کچھ قفل ہیں۔ غور کرتے ہیں تو یہ چیزیں آپس میں ایسا تعلق نہیں رکھتیں کہ ہوں تو ایک ہی ساتھ ہوں۔ اس لئے عقل طے کرتی ہے کہ ان میں ہر ایک کا اصل مخزن دوسرے سے علیحدہ ہے۔ وہاں سے یہ تھوڑا تھوڑا سا لا کر یہاں اکٹھا کر لیا گیا ہے۔ اور جو ہر ایک کا مرکز ہے۔ وہاں وہی چیز ہو گی، دوسری نہ ہو گی۔ مثلاً پیپر مل میں کاغذ ہی کاغذ ہو گا۔ قلم نہ ہوں گے۔ قلم کے کارخانہ میں کاغذ نہیں ہو گا۔ اور اسی طرح تمام چیزیں۔ وہ اُن کا جزئی وجود ہے جو دوسری چیزوں کے ساتھ مجتمع نظر آتا ہے۔ ورنہ ہر ایک کا اصل مرکز وہ ہے۔ جس میں دوسرے کی شرکت نہیں ہے۔

اب دیکھئے کہ عالم امکان کی تمام چیزوں میں ہستی و نیستی ہم عنان ہیں۔ ہر شے میں ہستی کا پہلو بھی ہے اور نیستی کا بھی۔ لیکن خود ہستی اپنی حقیقت

کے لحاظ سے نیستی کے ساتھ لازم و ملزوم نہیں ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا۔ کہ یہ ان دونوں کا اجتماع محل کی خصوصیت سے عارضی حیثیت رکھتا ہے۔ اور نیستی کا ایک اصلی مرکز ہے۔ جہاں نیستی کا گذر نہیں اور وہ واجب الوجود کی ذات ہے۔

تیسری صورت :۔

جب ہم کائنات پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو ہم کو وجود کے ساتھ نقائص نظر آتے ہیں۔ اور ان نقائص کے لحاظ سے ہم مختلف ماہیات و طبائع کا تصور کرتے ہیں۔

یہ مختلف طبائع کی تفریق اور مختلف انواع کی تشکیل صرف ان حدود و قیود سے ہوتی ہے جو وجود کے ساتھ منضم ہوئے ہیں۔ اور یہ حدود و قیود سب عدمی ہوتے ہیں۔ مثلاً جسم کیا ہے؟ وہ موجود جو محتاج مکان و حیّز ہو۔ یہ احتیاج امر عدمی ہے اور جسمیت اسی سے وابستہ ہے۔ پھر اجسام میں جماد کیا ہے وہ جسم جو بس جسمیت رکھتا ہو۔ "بس" کیا؟ یعنی اس میں نشو و نما نہیں ہے۔ اس حدِّ عدمی سے جمادیت وابستہ ہے۔ پھر نباتات؟ وہ جن میں نشو و نما ہے اور بس۔ یہاں "بس" کے معنی یہ ہیں کہ احساس اور حرکت ارادی نہیں ہے تو اس عدم سے نباتات کی حقیقت وابستہ ہے۔ یوں ہی حیوان وہ جس میں احساس اور حرکت ارادی ہے۔ اور انسان جس میں نفسِ ناطقہ

یعنی ادراکِ کلیات کی قوت اور صلاحیتِ فکر و نظر ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ عالم کائنات جو مختلف طبائع و ماہیات پر منقسم ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ محدود وجودات کا مجموعہ۔ یہ حدیں کہاں سے آتی ہیں۔ عدم کی طرف سے۔ مگر یہ وجود جس میں یہ قیدیں لگتی ہیں۔ کہاں سے آیا ہے؟ ان حدود سے نہیں۔ کیونکہ وہ تو عدمی ہیں اور خود اسی وجود میں ملحق ہوئی ہیں۔ اس کے لئے یقیناً ایک اصل وجود ماننا ضروری ہے۔ جس میں کوئی حد و قید نہ ہو۔ وہی وجود غیر محدود "واجب الوجود" کہا جائے گا۔

امکان و حدوث کا اصل سرچشمہ یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز میں وجود سے زائد ایک اس کی ماہیت و طبیعت ہے۔ اور وہ "وجود غیر محدود" وہ موجود ہے۔ جس میں وجود کے علاوہ کوئی طبیعت و ماہیت نہیں ہے۔ اس لئے کہیں پر اس میں نیستی کا گذر نہیں۔ یہی واجب الوجود ہونے کے معنی ہیں۔

ایک قدیم طریقہ:

maablib.org

عالم متغیّر ہے۔ یہ مشاہدہ سے ثابت ہے۔ اور ہر متغیّر حادث ہے۔ کیونکہ تغیّر کے معنی ہی یہ ہیں۔ کہ جو حالت اب رونما ہوئی وہ پہلے نہ تھی۔ یہ عدم کی آمیزش ہی حدوث کی نشانی ہے۔ اور ہر حادث

کے لئے عدم سے وجود میں لانے کے لئے ایک موجد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اب وہ موجد بھی اگر حادث ہوا۔ تو اس کے لئے ایک اور موجد کی ضرورت ہوگی۔ اور پھر یہی سوال اس موجد میں پیدا ہوگا۔ یہاں تک کہ یا تو یہ سلسلہ برابر یونہی چلتا رہے گا اور کہیں پر ختم نہ ہوگا۔ تو اس کا نام تسلسل ہے۔ اور یا کسی منزل پر آ کر یہ ماننا پڑے گا کہ اس کا موجد وہی قبل والا ہے تو اس کو دَور کہتے ہیں اور دور و تسلسل دونوں عقلاً محال ہیں۔ اس سے مفر صرف اسی صورت میں ہے کہ موجد کو قدیم (یعنی ہمیشہ سے) اور واجب الوجود مانا جائے۔ تاکہ وہ اپنے وجود میں کسی موجد کا محتاج نہ ہو۔

خالق کا ثبوت :۔

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے یہی وہ طریقہ ہے جس پر قرآنِ مجید اور حدیث میں زیادہ زور دیا گیا ہے۔

قرآن کہتا ہے :۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ٥

یقیناً آسمان و زمین کی خلقت شب و روز کی آمد و رفت، وہ کشتیاں جو لوگوں کے فائدہ کی چیزوں کو لے کر دریاؤں میں پھرتی ہیں۔ وہ جو اللہ آسمان سے پانی برساتا ہے۔ تو اس سے مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے۔ وہ جانور جو اس نے زمین میں پھیلا رکھے ہیں۔ ہواؤں کی گردشیں اور وہ بادل جو آسمان و زمین کے بیچ میں اس کے قبضۂ قدرت کے پابند ہیں ان سب میں نشانیاں ہیں۔ ان کے لئے جو صاحبانِ عقل ہیں۔

نشانیاں کس کی اپنے پیدا کرنے والے کی۔

خلاصہ اس استدلال کا یہ ہے کہ ہر نقش اپنے نقاش کا ہر تصنیف اپنے مصنف کا اور ہر عمارت اپنے معمار کا پتہ دیتی ہے۔ اسی طرح اس کائنات عالم کا ہر ذرہ اس کا گواہ ہے کہ اس کا کوئی پیدا کرنے والا ہے اسے ایک معمولی دماغ والا بچہ اور سطحی نگاہ رکھنے والا جاہل اپنی زبان میں سمجھ سکتا ہے۔ اور اسی کو ایک فلسفی اپنے علمی اصطلاحات سے ثابت کرتا ہے۔ جو عوام کو ایک پیچیدہ مسئلہ معلوم ہونے لگتی ہے۔ مگر بات یہی ایک ہے کہ اثر بغیر موثر کے نہیں ہوتا۔ اور صنعت بغیر صناع کے

وجود میں نہیں آسکتی - لہذا یہ کائنات بغیر کسی خالق کے نہیں ہو سکتی۔

وہی امکان و حدوث اور علت و معلول والا استدلال جو فلسفی اصطلاحات کے جال میں پھنس کر ہفت خوان بن جاتا ہے اس کو ایک ضعیف العمر بڑھیا بالکل آسان طریقہ سے کہدیتی ہے۔ اس وقت جب اس کے سامنے چرخا ہے اور وہ کات رہی ہے کوئی پوچھتا ہے۔ تم نے اپنے خدا کو کیونکر پہچانا؟ وہ جواب دیتی ہے اسی چرخے سے۔ دیکھو جب تک میں اسے چلاتی رہتی ہوں۔ یہ چلتا رہتا ہے۔ اور ادھر میں نے ہاتھ روکا۔ بس یہ رک گیا۔ پھر جب یہ اتنا سا چرخہ بغیر کسی چلانے والے کے نہیں چلتا۔ تو اتنا بڑا دنیا کا انتظام بغیر کسی منتظم کے کیونکر قائم رہ سکتا ہے۔

جوش ملیح آبادی نے جو آج کل منکر خدا کی حیثیت سے نمایاں شہرت رکھتے ہیں غیر شعوری طور پر اس حقیقت کو نظم کیا ہے۔

نشاں ہلال نما راہ میں بتاتے ہیں
کہ تھوڑی دور پہ آگے سوار جاتے ہیں
ٹپک کے جھاڑیوں سے خون یہ بتاتا ہے
کہ زخم کھا کے ادھر سے شکار جاتا ہے
صنم تراشش نہ ہو تو صنم نہیں بنتا

قدم نہ ہو تو نشانِ قدم نہیں بنتا

یونہی یہ راہ کہ ہے جس کا نام کاہکشاں

یونہی یہ نقشِ قدم ماہ و نیرِ تاباں

یونہی یہ گردِ سرِ راہ خوش نما تارے

رواں ہیں جن کی جبینوں سے حسن کے دھارے

زمیں کا نور ہیں اور آسماں کی زینت ہیں

کسی کی شوخیٔ رفتار کی علامت ہیں

آئمۂ طاہرینؑ کا اندازِ رہنمائی

آئمۂ اہل بیت علیہم السلام نے جو پیغمبرِ اسلام کے حقیقی جانشین تھے۔ وجودِ خالق کو ذہن نشین کرنے میں اپنے مخاطب کے معیارِ فہم کے مطابق طرح طرح کے انداز اختیار کئے۔ کبھی فلسفیانہ انداز سے ابوشاکر دیصانی کے جواب میں جب اس نے خالق کے ثبوت پر دلیل معلوم کرنا چاہی۔ امام جعفرِ صادقؑ نے فرمایا:۔

"میرے نفس کو خود اپنے وجود کا باعث اگر مانا جائے تو وہ دو صورتوں سے خالی نہیں یا وہ اپنے وجود کا باعث ہوا جبکہ وہ موجود تھا۔ یا وہ اس کے وجود کا باعث ہوا۔ جبکہ وہ معدوم تھا۔ اگر وہ اپنے وجود کا باعث ہوا۔ جبکہ وہ موجود تھا تو پھر اس کو وجود بخشنے کی ضرورت کیا

تی تحصیل حاصل لازم آتی ہے) اور اگر وہ اس کے
وجود کا باعث ہوا جب کہ وہ معدوم تھا۔ تو یہ کیونکر
ہوسکتا ہے ۔ جبکہ معدوم کسی شے کو موجود نہیں بنا سکتا
لہٰذا تیسری صورت ثابت ہوئی کہ اپنے وجود کا باعث یہ
خود نہیں ہے ۔ بلکہ کوئی اور اس کا خالق ہے ۔ اور وہی
خالق اللہ ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے"
کبھی بالکل سادہ الفاظ میں عوامی معیار فہم کے مطابق اس
طرح سمجھایا :۔
"راستے میں اونٹ کی مینگنیاں نظر آئیں تو معلوم ہو گا، کہ
ادھر سے اونٹ گزرا ہے ۔ اور گدھے کی مینگنیاں ہوں
تو معلوم ہو گا کہ گدھا گزرا ہے ۔ اور پیروں کا نشان دیکھو
تو رہرو کا پتہ چلے گا ۔ پھر یہ بڑا آسمان اس لطافت کے
ساتھ اور یہ زمین اس جسامت کے ساتھ کیونکر باریک بین
و باخبر خالق کی دلیل نہ ہوں گے"
کبھی نفسیات کے ذریعہ سے ثابت کیا ۔ جب ایک شخص نے
پوچھا ۔ آپ نے اپنے خدا کو کیونکر پہچانا ؟ فرمایا :۔
"میں نے اپنے خدا کو پہچانا ۔ مضبوط ارادوں کے ٹوٹ
جانے سے ۔ اور ہمتوں کے پست ہو جانے سے ۔ جب
میں کوئی ارادہ کرتا ہوں ۔ تو اکثر وہ میرے ارادہ کو شکست

دے دیتا ہے۔ اور ہمت باندھتا ہوں۔ اور وہ ہمت کو پست کر دیتا ہے"

ایک دفعہ ایک دہریہ سے گفتگو نے طول کھینچا۔ تو امام نے اس کو زندگی کا ایسا ہنگام یاد دلایا۔ جب کشتی پر سوار ہوں۔ طوفان آئے۔ کشتی بالکل منجدھار میں ہو۔ نہ کوئی ساحل قریب ہو نہ کوئی درخت سامنے نظر آئے۔ بلکہ کشتی شکستہ بھی ہو چکی ہو۔ اور تختے الگ ہو گئے ہوں یہ انسان ایک تختے پر بہتا جا رہا ہو" آپ نے فرمایا "کیا ایسا وقت جب پیش آیا۔ تو دل میں کوئی آسرا محسوس ہوتا تھا کہ اب بھی کوئی بچا سکتا ہے" اس نے کہا "بیشک کچھ تو آسرا ضرور تھا۔" فرمایا "ایسے وقت جس کا آسرا ہوتا ہے وہی خدا ہے" والسلام۔

علی نقی النقوی

امامیہ مشن کا لٹریچر پاکیزہ، مدلل، معیاری ہونے کے اعتبار سے ضرب المثل ہے۔ پاک و ہند کے گوشے گوشے سے خراجِ تحسین حاصل کر چکا ہے۔ خود مطالعہ فرمائیے۔ اور دل کو پڑھائیے۔ مقصد اسلام کی اشاعت کا یہ آسان طریقہ ہے۔

کیا اب تک آپ مشن کے رکن بنکر اس تبلیغی تنظیم میں شامل نہیں ہوئے؟ جلدی کیجئے زندگی گزر رہی ہے (سید حسن علی شاہ سکریٹری امامیہ مشن پاکستان)

Allama Haji Ghulamali Haji Ismail, ... Reading Room & Library,
Acc. No. 2.77

قواعدِ رُکنیت

۱۔ ارکانِ عمومی۔ وہ حضرات جو کم سے کم ایک روپیہ سالانہ چندہ مرحمت کریں۔ انکو تاریخ رکنیت سے بعد کے رسائل نصف قیمت پر ملینگے

۲۔ ارکانِ خصوصی۔ وہ حضرات جو کم سے کم پانچ روپے سالانہ چندہ عنایت کریں۔ انکو سال رکنیت کے جملہ رسائل بلا طلب و بلا قیمت ملیں گے

۳۔ ارکانِ دوامی۔ وہ حضرات جو کم سے کم پچاس ۵۰ روپے یکمشت عطا فرمائیں، انکو ہمیشہ کیلئے شائع ہونیوالے رسائل بلا طلب و بلا قیمت ملیں گے۔ مگر قبل کے رسائل کی پوری

۴۔ مربیانِ ادارہ۔ وہ حضرات جو کم سے کم سو روپیہ یکمشت مرحمت فرمائیں انکو ہمیشہ کیلئے شائع ہونیوالے رسائل بلا قیمت و بلا طلب ملیں گے۔ مگر قبل کے رسائل نصف قیمت پر ملینگے

۵۔ سرپرستانِ ادارہ۔ وہ حضرات جو کم سے کم پانچ صد روپے یکمشت عنایت فرمائیں۔ انکو قبل و بعد کے جملہ رسائل بلا قیمت و بلا طلب ملیں گے۔

جملہ خط و کتابت حسب ذیل پتہ پر کی جائے:۔

نوٹ: سال مدت اپریل سے مارچ تک ہے

سید حسن علی شاہ کاظمی المشہدی

آنریری سیکرٹری امامیہ مشن پاکستان اردو بازار، لاہور

maablib.org

مکتبہ اہل بیت
کراچی

امامیہ مشن پاکستان کی رکنیت قبول فرماکر

مذہب حقہ کی حمایت کیجئے

مبلغ پانچ روپے سالانہ فیس رکنیت خصوصی ادا فرماکر سال بھر تک شایع ہونے والے رسائل بلا طلب و بلا قیمت حاصل فرمائیے۔

فارم رکنیت کی طلب اور ترسیل زر کا پتہ :

خادم دین سید حسن علی شاہ کاظمی
سکریٹری، امامیہ مشن پاکستان (رجسٹرڈ)
اردو بازار - لاہور

maablib.org

امامیه مشن پاکستان رجسٹرڈ کے

تبلیغی رسائل کی فهرست

نمبر	نام	قیمت
(۱)	خدا کا ثبوت دوسرا ایڈیشن	۲ آنے
(۲)	حسین اور اسلام	۳ "
(۳)	شجاعت کے مثالی کارنامے	۴ "
(۴)	قاتلان حسین کا مذهب	۸ "
(۵)	محاربه کربلا	۵ "
(۶)	اسیری اهل حرم	۳ "
(۷)	آثار قدرت	۳ "
(۸)	حقیقت اسلام	۳ "
(۹)	اسلام کا نظریه حکومت	۳ "
(۱۰)	نظام زندگی پهلا حصه	۱۲ "
(۱۱)	عورت اور اسلام	۳ "
(۱۲)	مادیت کا علمی جائزه	۳ "
(۱۳)	تجارت اور اسلام	۱۰ "
(۱۴)	اسلام اور انسانیت	زیر طبع

محمد و آل محمد کی محبت و اطاعت کا تقاضا هے که آپ ان کی نورانی تعلیمات کی اشاعت میں امامیه مشن پاکستان کے ساتھ تعاون فرماویں -

طلب فارم رکنیت اور ترسیل زر کا پته :

سید حسن علی شاه کاظمی
آنریری سکریٹری
امامیه مشن پاکستان رجسٹرڈ - لاهور

جدید اردو ٹائپ پریس - لاهور

maablib.org